مضمون

کسی بھی موضوع یا مسئلے پر معلوماتی یا تجزیاتی تحریر کو مضمون کہتے ہیں۔ مضمون میں علمیت اور سنجیدگی پائی جاتی ہے۔ معلوماتی مضامین کا انداز غیر شخصی اور غیر جانبدارانہ ہوتا ہے۔ تاہم اکثر صورتوں میں لکھنے والے کی پسند و ناپسند اور ترجیحات در آتی ہیں ۔ البتہ مقالوں میں غیر شخصی رنگ اور علمی وقار زیادہ نمایاں ہوتا ہے۔ مضمون عام طور پر مختصر ہوتا ہے۔

موضوعات کے لحاظ سے مضمون کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ ادبی موضوعات پر لکھے گئے مضامین کی نوعیت تنقیدی، تحقیقی اور لسانیاتی ہوتی ہے۔ غیر ادبی موضوعات میں مذہب، فلسفہ، سوانح، سماج، سیاست، اقتصادیات، صنعت و حرفت، تجارت، زراعت، ماحولیاتی آلودگی، طِب، صحت، قانون اور سائنس و ٹکنالوجی وغیرہ سے متعلق معلوماتی مضامین شامل ہیں۔ سرسید کے مضامین ’بحث و تکرار‘ یا ’خوشامد‘ اصلاحی اور اخلاقی نقطۂ نظر سے لکھے گئے ہیں۔ انھیں سماجی موضوع سے متعلق کہا جائے گا۔

مضمون کی کامیابی کا انحصار ربط و ترتیب اور تنظیم کی خوبی پر ہے۔ ایک اچھے مضمون میں موضوع یا مسئلے کو اس طرح پیش کیا جاتا ہے کہ اس کے تمام اہم پہلو زیر بحث آ جائیں۔ تمہیدی حصے میں موضوع کا ایسا تعارف کرایا جاتا ہے جس سے اس کی اہمیت اور لکھنے والے کی منشا پوری طرح واضح ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد منطقی ترتیب میں سنجیدہ اور مدلّل طریقے سے اہم نکتوں کو سامنے لایا جاتا ہے۔ انتشار سے بچتے ہوئے ضروری وضاحت اور صراحت کے ساتھ بات پوری کی جاتی ہے اور کسی نتیجے پر پہنچ کر مضمون کو ختم کر دیا جاتا ہے۔ مضمون میں طرزِ بیان اور زبان کی بھی بڑی اہمیت ہے۔ الفاظ میں جس قدر قطعیت اور شفّافیت ہوگی اسی قدر مدعا نگاری کا حق ادا ہوگا۔

اردو میں اخباروں اور رسالوں کے فروغ کے ساتھ مضمون نگاری کو رواج ملا۔ 1857 کے بعد بدلے ہوئے حالات میں مستقل کتابوں کے مقابلے میں مضمون نگاری سے زیادہ کام لیا گیا۔ دلّی کالج کے امتحان میں ایک پرچہ مضمون نگاری کا ہوا کرتا تھا۔ بہترین مضمون نگار کو تمغے دیے جاتے تھے۔ ماسٹر رام چندر، نذیر احمد، محمد حسین آزاد، ذکاء اللہ وغیرہ انعام یافتہ مضمون نگار تھے۔ ماسٹر رام چندر نے ’فوائد الناظرین‘ اور ’محبِ ہند‘ نام کے دو رسالے بھی جاری کیے جن میں علمی و ادبی مضامین چھپتے تھے۔ ماسٹر پیارے لال بھی اس دور کے اہم مضمون نگار تھے۔

1857 کے بعد جاری ہونے والے اہم رسالوں میں 'تہذیب الاخلاق'، 'معارف' اور 'مخزن' تھے۔ ان رسائل نے مضمون نگاری کو عام کیا۔ سرسید، حالی، محسن الملک، وقارالملک، چراغ علی وغیرہ کے مضامین 'تہذیب الاخلاق' میں چھپتے رہے۔ شبلی نعمانی اور حالی کے مضامین 'مقالات شبلی' اور 'مقالات حالی' کے نام سے شائع ہوئے۔ ان کے علاوہ میر ناصر علی، عبدالحلیم شرر، محمود شیرانی، مہدی افادی، رشید احمد صدیقی، فرحت اللہ بیگ، محفوظ علی بدایونی، وحیدالدین سلیم، سید سلیمان ندوی، مولوی عبدالحق، مولانا ابوالکلام آزاد، خواجہ غلام السیدین، عابد حسین، محمد مجیب اور ذاکر حسین وغیرہ نے مضمون نگاری کی روایت کو پروان چڑھایا۔ موجودہ عہد میں اردو اخبارات و رسائل کی تعداد میں خاصا اضافہ ہوا ہے جس کے باعث مضمون نگاری کی روایت کو غیر معمولی فروغ حاصل ہوا۔